حضرت محمد ﷺ: امن و آشتی کے پیکر

ڈاکٹر عباس حیدر زیدی*
abbaspsc@yahoo.com

کلیدی کلمات: جہادی کلچر، غزوات، سریے، ہجرت، سیرتِ طیبہؐ، صحابہ کرام میں جدائی۔

خلاصہ

**موجودہ دور میں اسلام دشمن عناصر بعض مسلمان نما لوگوں کے ہاں پائے جانے والے جہادی کلچر کا سبب، رسول اکرم ﷺ کے دور کی جنگوں کو قرار دے رہے ہیں۔ان کے نزدیک اِس جہادی کلچر کو قرآن و سنّت سے فروغ ملا ہے۔ لیکن اِس پروپیگنڈا کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کو رحمت للعالمین قرار دیا ہے اور آپ ﷺ کو دنیا میں امن و آشتی کا پیغام پھیلانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ لہٰذا آپؐ کی سیرت میں ہمیشہ رحم، عفو و درگذر، صلح و آشتی، امن و امان ملتا ہے۔ آپؐ نے تو ایک ایسے معاشرے میں امن کا اصول متعارف کرایا جہاں معمولی باتوں پر ایک دوسرے کا خون بہانا عام تھا۔
باقی رہا صدرِ اسلام میں لڑی جانے والی جنگوں کا تعلق ہے تو تاریخِ اسلام کے مطابق آپؐ کی اکثر جنگیں دفاعی تھیں۔ مکی زندگی میں مسلمانوں کی مشرکین مکہ سے کوئی جنگ نہیں ہوئی۔ ہجرت کے بعد مشرکین کو اسلام کے پھیلاؤ کا خطرہ محسوس ہوا تو اُنہوں نے مسلمانوں کے خلاف جنگیں شروع کر دیں۔ لیکن آپؐ نے ان جنگوں میں بھی عدل و انصاف کا دامن ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ ہمیں سیرت طیبہ سے درس ملتا ہے کہ ہم سب مسلمانوں کو ایک دوسرے کا بھائی تصور کریں حتیٰ اہل کتاب کا بھی احترام کریں۔ ہمیں چاہئے کہ ہم آج ان تمام نام نہاد مسلمانوں کا بائیکاٹ کریں جو اپنے علاوہ کسی اور کو مسلمان ہی تصور نہیں کرتے اور ان پر کُفر کے فتوے لگا کر ان کے قتل کو جائز سمجھتے ہیں۔**

مقدمہ

آج کا مسلم معاشرہ جس دور انحطاط سے گزر رہا ہے اس سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مسلم معاشرے کی زوال پذیری میں بعض ایسے عوامل کارفرما رہے ہیں کہ جن کی وجہ سے معاشرے کی یہ حالت ہو گئی ہے۔ دشمن نے یہ حربہ بڑی کامیابی کے ساتھ استعمال کیا ہے کہ مسلمانوں میں جہادی کلچر کے فروغ میں رسول اکرم ﷺ کی جنگوں نے اہم کردار ادا کیا ہے۔اسی کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی پھیلائی گئی کہ اسلام تلوار کے ذریعے پھیلا۔

چنانچہ مخالفین اسلام رسول اکرم ﷺ کے دور میں لڑی جانے والی جنگوں کو ثبوت کے طور پر پیش کرتے نظر آتے ہیں۔ان کا کہنا یہ ہے کہ قرآن کی بعض آیات میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ مشرکین کے ساتھ قتال کریں چنانچہ ان کے مطابق مسلمانوں میں جہادی کلچر کو فروغ دینے میں قرآن مجید کا بھی اہم کردار رہا ہے۔ جب قرآن کی اس آیت پر نظر پڑتی ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ خود رسول اکرم ﷺ کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے کہ: وَمَآ أَرۡسَلۡنَٰكَ إِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعَٰلَمِينَ۔

ترجمہ: ہم نے آپ کو عالمین کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ (1)

---

* ۔پی۔ایچ۔ڈی، پاکستان اسٹڈی سینٹر، جامعہ کراچی۔

تو یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ باوجود اس کے کہ رسول اکرم ﷺ نے اپنے دور میں کئی جنگیں لڑیں لیکن اس کے باوجود رسول ﷺ کی ذات عالمین کے لئے کیسے رحمت بن گئی۔اس بات کا جواب یہی ہے کہ اللہ نے رسول اکرم ﷺ کو دنیا میں امن و آشتی کا پیغام دینے اور اسلام کے راستے ایک خدا کی عبادت کرنے کے لئے بھیجا تھا لیکن مخالفین اسلام نے اللہ کی رحمت سے استفادہ نہیں کیا اور جنگ کرنے پر آمادہ ہو گئے۔

اگر ہم رسول اکرم ﷺ کے دور میں لڑی جانے والی جنگوں کا مطالعہ کریں تو اندازہ ہوتا ہے کہ ان تمام جنگوں میں بیشتر جنگیں ایسی تھیں کہ جو دفاعی نوعیت کی تھیں۔یعنی مشرکین نے یہ جنگیں خود شروع کی تھیں لہٰذا رسول اللہ ﷺ کو بھی اسلام اور مسلمانوں کے دفاع کے لئے جنگیں لڑنا پڑیں۔اگر تاریخ اسلام کا بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ واضح ہو جاتا ہے کہ جب تک رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں رہے اس وقت تک مشرکین مکہ سے مسلمانوں کی کوئی جنگ نہیں ہوئی۔مکہ میں رسول اکرم ﷺ کو جو تکالیف پہنچائی گئیں اور مسلمانوں پر ظلم و ستم کے جو پہاڑ توڑے گئے اس بات نے رسول اکرم ﷺ کو مجبور کیا کہ آپ مکہ سے مدینہ منورہ ہجرت کر جائیں۔ چنانچہ اللہ کے حکم سے آپؐ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی ۔مشرکین مکہ کو اندازہ ہو گیا تھا کہ اگر انہوں نے مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی قوت کی جلد بیخ بنی نہیں کی تو اسلام بہت جلد تمام عرب اور اس کے قرب و جوار میں پھیل جائے گا۔چنانچہ مشرکین کی جانب سے جنگوں کا آغاز ہوتا ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے کبھی بھی یہ کوشش نہیں کی کہ وہ مشرکین کو زبردستی اسلام قبول کرنے پر مجبور کریں اور وہ اسے قبول نہ کریں تو اسے موت کے گھاٹ اُتارنے کا حکم صادر کریں۔رسول اکرم ﷺ کی سیرت ہمیشہ رحم، عفو و درگذر، صلح و آشتی ،امن و امان کی متقاضی رہی۔آپؐ تمام کائنات کے لئے رحمت بن کر تشریف لائے تھے۔رحمت کا تقاضی تھا کہ انسان اپنے ہی بنائے ہوئے بتوں کے آگے سر جھکانے کے بجائے اپنے خالق کے سامنے سر جھکائے۔

رسول اکرم ﷺ نے اسلامی اصولوں کو عرب کے اس معاشرے میں متعارف کرایا جہاں معمولی باتوں پر ایک دوسرے کا خون بہانا عام بات تھی ۔اسلام سے قبل عرب کے قبائل معمولی باتوں پر ایک دوسرے سے لڑپڑتے تھے اور بعض اوقات یہ معمولی لڑائی ایک ہولناک جنگ کی صورت اختیار کر لیتی تھی۔عرب میں یہ لڑائیاں کئی نسلوں تک جاری رہتی تھیں۔رسول اکرم ﷺ نے اسلام کی تعلیمات کے ذریعے انہیں آپس میں ملا دیا اور ایک دوسرے کے ساتھ اخوت و بھائی چارے کا درس دیا۔آپؐ کو اگرچہ مشرکین مکہ کے طرف سے مسلسل جنگوں کا سامنا رہا لیکن کبھی بھی آپؐ نے عدل و انصاف کا دامن ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔

ابن سعد نے اپنی کتاب ''الطبقات ''میں کہا ہے کہ ان غزوات کی تعداد ستائیس]۲۷[ہے، جن میں رسول اکرم ﷺ نے خود شرکت کی اور ان سریوں کی تعداد سینتالیس]۴۷[ہے، جن میں آپؐ نے خود شرکت نہیں کی بلکہ اپنے بجائے صحابہ کرامؓ میں سے کسی کو اس سریے کا سپہ سالار بنا کر بھیجا۔یہ سریے جو تیس، چالیس، پچاس اور کبھی کبھی دوسو افراد پر مشتمل ہوتے تھے۔ان کا مقصد ہرگز مشرکین سے جنگ کرنا نہیں تھا بلکہ مقصد یہ تھا کہ مشرکین مکہ کے جانب سے ہونے والی کسی بھی فوجی کاروائی سے پہلے ان پر نظر رکھ سکیں اور ساتھ ہی ان پر اپنا رعب و داب قائم کر سکیں۔

سریے مخالفین اسلام کو متنبہ کرنے کے لئے تھے کہ اب رسول اکرم ﷺ کو مدینہ میں ایسی قوت و طاقت ہو چکی ہے کہ جس کے ذریعے وہ کفار کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔بہت سے سریے ایسے بھی ہیں کہ جنہیں رسول اکرم ﷺ نے مختلف علاقوں کی طرف بھیجا اور جن میں جنگ نہیں ہوئی، جیسے: حضرت حمزہ بن عبدالمطلبؓ کو تیس افراد جو کہ مہاجر تھے اور ان میں کوئی بھی انصاری نہیں تھا، کے ہمراہ ایک سریہ پر عیص کے علاقے میں سمندر کے کنارے بھیجا۔(2)

عبداللہ بن جحشؓ کی قیادت میں آٹھ مہاجرین کو کہ جن میں کوئی بھی انصاری نہیں تھاایک سریہ نخلہ کی طرف بھیجاکہ جس کا مقصد یہ تھاکہ قریش کی کمین میں بیٹھ کران کے بارے میں اطلاعات حاصل کی جاسکیں۔(3)

بعض افراد کو آپؐ نے مختلف قبائل کی طرف بھیجالیکن جب انہوں نے واپس آکر ان کے قبول اسلام سے انکار کا ذکر کیا تو رسول اکرم ﷺ ان قبائل سے معترض نہیں ہوئے۔جیسے: نمیلہ بن عبداللہ لیثی کو بنی ضمرہ کی طرف بھیجا۔وہ رسول اکرم ﷺ کے پاس واپس آگیااور کہا: یارسول اللہ ﷺ وہ کہتے ہیں کہ ہم اس (رسول اکرم ﷺ) سے نہ لڑتے ہیں اور نہ صلح کرتے ہیں اور اسی طرح نہ اس کی تصدیق کرتے ہیں اور نہ تکذیب۔اس پر لوگوں نے کہاکہ ''یارسول اللہ اغزھم''یعنی ''یارسول اللہ ﷺ ان سے جنگ کریں'' لیکن رسول اکرم ﷺ جو عفو و درگذر کا پیکر تھے فرمایا: یعنی''دعوھم'' یعنی''انہیں رہنے دو۔''(4)

اسی طرح عمرو بن امیہ ضمری کو بنی دیل کی طرف بھیجا۔وہ واپس آگیااور کہا: یارسول اللہ ﷺ امین نے دیکھا ہے کہ ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔میں ان کے پاس گیااور انہیں اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے شدت سے انکار کردیا۔اس پر لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے فرمایاکہ یارسول اللہ ﷺ ان سے جنگ کے لئے تیار ہوجائیں توآپؐ نے فرمایا:

دعوابنی الدیل۔

''یعنی''بنی دیل کو رہنے دو۔''(5)

یعقوبی نے اپنی تاریخ میں ایک عنوان قرار دیا ہے کہ:

الغزوات التی لم یکن فیھا قتال۔

یعنی''غزوات جن میں جنگ نہیں ہوئی''۔(6)

اس کے ذیل میں انہوں نے غزوہ ابوائ، غزوہ بواط، غزوہ ذوالعشیرہ، غزوہ قرقرۃالکدر، غزوہ بدر صغریٰ اور غزوہ تبوک کا ذکر کیا ہے۔یعنی یہ وہ غزوات تھے کہ جن میں قتال نہیں ہوا۔جو آیتیں جہاد کی جانب اشارہ کرتی ہیں ان میں بھی عفو و درگذر کا درس اس طرح دیا گیا ہے کہ اگر مخالفین اسلام صلح کا مطالبہ کریں تو اسے قبول کرلیا جائے۔قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِنْ دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللهُ يَعْلَمُهُمْ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تُظْلَمُونَ۔ وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ۔

ترجمہ: "اور ان (کافروں) کے لئے جتنی تم کرسکتے ہو تیاری کروطاقت اور گھوڑوں کے ذریعے۔جس سے تم اللہ کے دشمنوں،اپنے دشمنوں اور ان کے علاوہ دوسروں پر ڈر بٹھاسکوگے۔تم ان کو نہیں جانتے ہو۔اللہ انہیں جانتا ہے۔تم جو کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کروں گے وہ تم کو پورا پورا دیا جائے گا۔ تمہاری حق تلفی نہیں کی جائے گی۔اگر وہ صلح کے لئے جھکیں تو تم بھی اس کے لئے جھک جاؤاور اللہ پر بھروسہ کرو۔وہ بے شک سننے والااور جاننے والا ہے۔"(7)

یہ آیت بتاتی ہے کہ رسول اکرم ﷺ کو یہ حکم ان کافروں پر رعب ڈالنے کے لئے دیا گیا ہے کہ جو آپؐ اور اسلام کے بدترین دشمن تھے لیکن ساتھ ہی یہ آیت اس بات کی بھی صراحت کرتی ہے کہ اگر وہ لوگ صلح کیلئے آمادہ ہوجائیں تو ان سے جنگ کے بجائے صلح کرلی جائے۔اسی طرح قرآن کی ایک آیت میں ارشاد ہوتا ہے کہ:

فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللهِ لَا تُكَلَّفُ إِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَسَى اللهُ أَنْ يَكُفَّ بَأْسَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَاللهُ أَشَدُّ بَأْسًا وَأَشَدُّ تَنْكِيلًا۔

ترجمہ : "پس آپ اللہ کی راہ میں جنگ کیجئے اور آپ صرف اپنے آپ کے ذمہ دار ہیں۔البتہ مؤمنوں کو بھی آمادہ جہاد کیجئے۔عنقریب اللہ ان لوگوں کی ہیبت سے جنہوں نے کفر اختیار کیا ہے بچائے رکھے گا اور اللہ ہیبت میں بھی شدید ہے اور سزا دینے میں بھی شدید ہے۔" (8)

اللہ تعالیٰ اس آیت میں رسول اکرم ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ وہ ان کافروں کی ہیبت ختم کرنے کے لئے ان سے جنگ کریں نہ کہ ان لوگوں سے انتقام کے لئے یا ان لوگوں کو زبردستی اسلام کے دائرے میں لانے کے لئے ان سے جنگ کریں۔اللہ تعالیٰ قرآن کی ایک آیت میں ارشاد فرماتا ہے کہ

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا۔

ترجمہ : "اے مسلمانوں ! ان کافروں کے ساتھ جنگ کرو، جو تمھارے ساتھ جنگ کرتے ہیں لیکن حد سے تجاوز نہ کرنا۔" (9)

اس آیت کریمہ میں خداوند عالم کہتا ہے کہ ان کافروں سے جنگ کی جائے تو تم سے جنگ کرتے ہیں لیکن اس میں بھی مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ حد سے تجاوز نہ کریں۔حد سے تجاوز نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کے مخالفین سے بھی خیانت اور عہد شکنی نہیں کی جائے، ان کو مارنے کے بعد ان کے کان اور ناک نہ کاٹے جائیں اور نہ ہی بچوں کو قتل کیا جائے۔اسی لئے رسول اکرم نے جنگی حکمت عملی میں کچھ اصول و ضوابط کو بھی متعارف کروایا چنانچہ جب کوئی دستہ جنگ کے لئے روانہ کرتے تھے تو فرماتے :

اغزوا في سبيل الله قاتلوا من كفر بالله لا تغلوا ولا تغدروا ولا تمثلوا ولا تقتلوا وليدا۔

ترجمہ : "اللہ کے نام سے اللہ کے راستے میں جنگ کرو اور جو کوئی بھی اللہ کا کفر اختیار کرے اس سے جنگ کرو۔خیانت اور عہد شکنی نہ کرنا ،کان اور ناک نہ کاٹنا اور بچے کو قتل نہ کرنا۔'' (10)

رسول اللہ ﷺ نے اپنے نمائندے مختلف بادشاہوں جیسے خسرو، کسریٰ، ہرقل اور نجاشی کی طرف روانہ کیے اور انہیں خطوط لکھ کر اسلام کی طرف دعوت دی لیکن انہیں ایسی دھمکی ہرگز نہیں دی کہ اگر تم نے اسلام کو قبول کرنے سے انکار کیا تو ہم تم پر لشکر کشی کر دیں گے۔ جب مکہ فتح ہوا تو بعض مسلمانوں کو یہ گمان پیدا ہوا کہ اب ہم مشرکین سے اپنے اوپر ہونے والے مظالم کا بدلہ لیں گے۔چنانچہ ایک صحابی سعد بن عبادہ نے انتقام کی خاطر تلوار بلند کی اور کہا:

اليوم يوم الملحمة۔

یعنی "آج کا دن گوشت کاٹنے کا دن ہے''۔(11)

لیکن جب رسول اکرم ﷺ کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو انہوں نے حضرت علی علیہ السلام کو ان کے پاس بھیجا کہ وہ ان کو روکیں۔رسول اکرم ﷺ نے مکہ آنے کے بعد چند لوگوں کے علاوہ کہ جنہوں کچھ زیادہ ہی جرم کو ارتکاب کیا تھا بقیہ سب لوگوں کو عام معافی دینے کا اعلان کیا اور فرمایا:

فاني أقول كما قال أخي يوسف لا تثريب عليكم اليوم يغفر الله لكم وهو ارحم الراحمين۔

ترجمہ : "میں اپنے بھائی یوسف کی بات ہی کہوں گا کہ آج تمہارے اوپر کوئی سرزنش نہیں ہے خدا تمہیں معاف کرے اور وہ سب سے زیادہ مہربان ہے۔'' (12)

رسول اکرم ﷺ نے مزید فرمایا:

اذهبوا فأنتم الطلقاء۔

ترجمہ : "جاؤ تم لوگ آزاد شدہ ہو۔'' (13)

رسول اکرم ﷺ کی عفو و درگذر کی بے شمار مثالیں تاریخ سے اخذ کی جاسکتی ہیں۔ ہمیں رسول اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ سے یہ درس ملتا ہے کہ ہم سب مسلمانوں کو ایک دوسرے کا بھائی تصور کریں اور اہل کتاب کا بھی احترام کریں۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم آج ان تمام نام نہاد مسلمانوں کا بائیکاٹ کریں جو اپنے علاوہ کسی اور کو مسلمان ہی تصور نہیں کرتے اور ان پر کُفر کے فتوے لگا کر ان کے قتل کو جائز سمجھتے ہیں یا خود کش حملہ کرکے یہ سمجھتے ہیں کہ سیدھے جنت میں جائیں گے۔

حوالہ جات

---

1 ۔ القرآن، الانبیائ، آیت ۱۰۷

2 ۔ طبری، تاریخ الطبری، مؤسسة الأعلمی للمطبوعات ۔ بیروت ۔ لبنان، قوبلت هذا الطبعة علی النسخة ه المطبوعة بمطبعة "بریل" بمدینة لندن فی سنة 1879م) ج2۔ص 121

3 ۔ أحمد بن أبی یعقوب المعروف بالیعقوبی، تاریخ الیعقوبی، دار صادر ۔ بیروت ۔ لبنان ۔ ج ۲ - ص ۶۹

4 ۔ ایضاً۔ ج ۲ ۔ ص ۷۳

5 ۔ ایضاً۔ ج ۲ ۔ ص ۷۳

6 ۔ ایضاً۔ ج ۲ ۔ ص ٦٦

7 ۔ القرآن، الانفال، آیت ٦۰۔٦١

8 ۔ القرآن، النسائ، آیت ۸۴

9 ۔ القرآن، البقرة، آیت ۱۹۰

10 ۔ ابن عساکر، تاریخ مدینة دمشق، تحقیق: علی شیری، ۱۴۱۵، دار الفکر ۔ بیروت ۔ لبنان ۔ ج ٦۵ - ص ۲۸۱

11 ۔ ابن الأثیر، الکامل فی التاریخ، ۱۳۸٦ -۱۹٦٦ م، دار صادر ۔ بیروت ۔ ج ۲ -ص ۲۴٦

12 ۔ جلال الدین السیوطی، الدر المنثور، دار المعرفة ۔ بیروت ۔ لبنان ۔ ج ۴ -ص ۳۴

13 ۔ حلبی، السیرة الحلبیة، ۱۴۰۰، دار المعرفة، بیروت ۔ ج ۳ - ص ۴۹

هذه الطبعة علی النسخة المطبوعة بمطبعة "بریل" بمدینة لندن فی سنة ۱۸۷۹م) ج ۲ - ص ۱۲